اہل بیتؑ کے اسما مبارکہ کے ساتھ''   علیہ السلام '' کہنے کا شرعی جواز

☆ حجۃ الاسلام آفتاب حسین جوادی

عام طور پر یہ بات مشہو ہے کہ ''علیہ السلام'' صرف انبیاء کرام ÷ اور فرشتوں کے اسماء گرامی کے ساتھ ہی لکھا اور بولا جائے، اہل بیت÷ ازواجؓ اور صحابہؓ کے ساتھ ''رضی اللہ تعالیٰ عنھم'' استعمال کیا جائے آخر یہ اصول کس نے وضع کیا؟ وضع کندہ کو اس کا اختیار کس نے دیا؟

یہ تعصب بھی کتنی عجیب چیز ہے اس میں مبتلا ہو کر انسان واضح حقیقت اور دوٹوک صداقت سے منہ موڑ لیتا ہے حتیٰ کہ حکم الٰہی سے بھی انحراف کرنے سے قطعاً دریغ نہیں کیا جاتا ہے مثال کے طور پر زیر بحث مسئلہ ہی کو لے لیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی مکرم ﷺ اور ان کی اہل بیت÷ پر صلاۃ وسلام کا حکم دیتا ہے اور ہم ہیں کہ فرقہ وارانہ تعصّبات کے تحت نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ صرف ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ اور بول کر ''والہٖ'' کو حذف کر دیتے ہیں اور آل محمد ﷺ کے ساتھ ''رضی اللہ تعالیٰ'' کہہ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت کرنے سے بھی بھی باز نہیں آتے۔

قرآن وسنت کے مقابلے میں کسی شخصیت کے قول کی کیا اہمیت ہے؟ دل ودماغ میں گونجنے والے ان سوالات کو ہم آخر کب تک فرقہ واریت کے خنجر سے ذبح کرتے رہیں گے؟

''علیہ السلام'' کے مفہوم میں آخر کونسی بات پوشیدہ ہے کہ اہل بیت ÷ کے ساتھ اسے استعمال کرنے کی بعض لوگوں کی جانب سے مخالفت کی گئی ہے حالانکہ اللہ رب العزت اسی کا حکم دیتا ہے ایک مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان سے ملتا ہے تو کہتا ہے ''السلام علیکم'' مطلب یہ کہ تم پر سلامتی ہو، اور ''علیہ السلام'' کا ترجمہ یہ ہے کہ ''ان پر سلامتی ہو'' بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم ہر نیک وبد پر سلامتی بھیج سکتے ہیں مگر آل رسول ﷺ پر نہیں، آخر کیوں؟

صلاۃ وسلام کی لغوی تحقیق:

آیئے ہم ان الفاظ کو لغوی اعتبار سے عربی لغت میں دیکھتے ہیں کہ ان کے کیا معنی بیان ہوئے ہیں، سلام کے لغوی معنی ہیں سلامتی، اور صلاۃ کے معنی میں دعا، چنانچہ مشہور ومتداول عربی لغت قاموس جلد۴، صفحہ۲۱۳ طبع مصر میں

☆ محقق، مولف، اُستاذ جامعہ الکوثر، اسلام آباد

والصلاة الدعاء والرحمة والاستغفار حسن الثناء من الله عزوجل على رسوله صلى الله عليه وسلم وعبادة فيها ركوع وسجود

’’صلاۃ سے مراد دعاء، رحمت، استغفار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ﷺ کی اچھی تعریف ہے‘‘

مصباح المنیر جلد اول ۳۲۶ طبع بولاق مصر میں ہے

والصلاة قيل اصلها في اللغة الدعاء ...وقيل الصلٰوة في اللغة مشتركة بين الدعاء والتعظيم والرحمة و البركة "

لغت میں لفظ ’’صلاۃ‘‘ مشترک ہے اس کے معنی دعا، تعظیم رحمت اور برکت کے ہیں

اسی طرح مختار الصحاح صفحہ ۳۳۳ طبع بیروت میں لکھا ہے

والسلام السلامة

اسی طرح کتب لغت میں سے مغرب جلد اول صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ حیدر آباد دکن میں بھی ہے۔

لہٰذا صلاۃ وسلام لغوی اعتبار سے بھی انبیا ÷ کے علاوہ دیگر شخصیات پر بالاستقلال یا بالتبع کہنے کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں کے جو معنی بیان ہوئے ہیں وہ ائمہ اہل بیت ÷ کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔

لغت کی تائید کے علاوہ قرآن وحدیث اور تعامل سے بھی ان کا جواز ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِکَ علیهم صَلَوٰاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ ورحمة واُولٰٓئِکَ هُمُ المُهْتَدُوْنَ(سورة بقره آيت ۱۵۷)

ان پر ان کے رب کی طرف سے صلوۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اسم اشارہ اولٰئکَ جمع کے صیغہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور مشارٌ الیهم وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلی آیات مبارکہ میں مذکورہ صفات سے متصف ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو آزمائش میں پورے اترے مصائب میں صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات اور رحمت کا انعام ہے اس آیۂ مبارکہ کے بارے میں انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

قوله" اولئک عليهم صلوات من ربهم ورحمة "وفيه دليل على جواز لفظ الصلاة على غير الا نبياء عليهم السلام ايضاً ونقل عن الفقهاء قصرها على الا نبياء عليهم السلام الا بوساطتهم اقول وهو الذى ينبغى عليه العمل والا فيتساهل الناس فيه فيستعملونها فى كل موضع

نعم لا بدللتفصی فی الا یة من حیلة و ما قیل ان الصلاة فیها بمعنی الرحمة فلیس بشی ء فان الکلام فی لفظ الصلاة بای معنی کان

یہی ہیں جب پران کے رب کی طرف سے صلوۃ اور رحمت ہے اس میں دلیل ہے کہ لفظ صلاۃ غیر انبیا ÷ پر بھی جائز ہے اور چاروں فقہاء سے صلاۃ کا جواز صرف انبیاء ÷ کے لیے منقول ہے مگر بالواسطہ دوسروں کے لیے بھی جائز ہے میں کہتا ہوں اسی پر عمل کرنا چاہیے ورنہ لوگ اس میں سستی کریں گے اور اسے ہر مقام پر استعمال کریں گے ہاں آیت سے پیچھا چھڑانے کے لیے کوئی حیلہ تلاش کرنا ضروری ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ صلاۃ بمعنی رحمت ہے یہ قول کچھ حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ کلام لفظ صلاۃ میں ہے، چاہے وہ کسی معنی میں بھی ہو

(فیض الباری ج ۲، صفحہ ۴۲۴، ۶۵ ھ طبع مجلس علمی ڈابھیل)

پس علامہ انور شاہ کشمیری تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کی رو سے غیر انبیاء ÷ کے لیے صلاۃ کہنا جائز ہے فقہاء اربعہ سے اس کا عدم جواز منقول ہے، سراسر غلط ہے کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے بعض جواز کے قائل ہیں، جب اس کا جواز ثابت ہے تو ممانعت کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، رہا یہ کہ کوئی حیلہ تلاش کرنا چاہیے اس سے قطعی طور پر مخالف قرآن لازم آتی ہے (جواز الصلوۃ والتسلیم علی ذریۃ النبی الکریم صفحہ ۸)

احمد بن حنبل جو حنابلہ کے امام و مقتداء ہیں ان کا نظریہ ہے کہ لفظ ''صلاۃ'' کا اطلاق بالاستقلال غیر انبیا ÷ پر بھی جائز ہے ان کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث مبارکہ ہے:

عن عبد اللہ ابن ابی اوفی قال کا ن النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم اذا اتاہ قوم بصد قتھم قال اللھم صل علی ال فلان فاتاہ ابی بصد قتہ فقال اللھم صل علیٰ اٰل ابی اوفی .

حضرت عبداللہؓ ابی اوفی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تو آپ اللھم صل علی آل فلان فرماتے پس میرا باپ بھی آپ کی بارگاہ میں اپنا صدقہ لایا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اللھم صل علیٰ آل ابی اوفی ۔

(صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۸۰ مطبعہ میمنیہ مصر)

اس مندرجہ بالا حدیث کی تشریح میں علامہ بدرالدین العینی لکھتے ہیں

۱ .احتج بالحدیث المذکور من جوز الصلاة علیٰ غیر الا نبیاء علیهم الصلاة و السلام بالا ستقلال و هو قول احمد ایضاً

حدیث مذکورہ سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ کو جائز کہتے ہیں امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے (عمدۃ القاری جلد اول صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ استنبول) اسی طرح ابن تیمیہ حرانی نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

وذهب الامام احمد واكثر اصحابه الى انه لا بأس بذلک لان علی بن ابی طالب ؓ قال لعمر بن الخطاب صلی الله علیک وهذا القول اصح واولیٰ .

امام احمد اور ان کے اکثر اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ اس (غیر انبیاء پر صلاۃ وسلام کہنے) میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے عمر بن خطاب کو کہا صلی اللہ علیک اور یہ قول زیادہ واضح اور اولیٰ ہے

(مجموع فتاوی ابن تیمیہ جلد ۴، ۴۹۶، ۴۹۷ مطبوعہ سعودیہ)

مزید برآں علامہ محمد بن احمد سفارینی ابن قیم الجوزیہ کی مشہور تصنیف "جلاء الافہام" سے زیر بحث مسئلہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ "علما کی ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ انبیا ÷ کے علاوہ دیگر افراد پر بالاستقلال صلاۃ وسلام جائز ہے ہمارے مذہب کے ائمہ میں سے قاضی ابویعلیٰ نے اپنی کتاب "رؤس المسائل" میں اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے۔ حسن بصریؒ، خصیف، مجاہد، مقاتل بن سلیمان، مقاتل بن حیان اور بہت سے اہل تفسیر نے یہی نظریہ اختیار کیا ہے اور یہی نظریہ و مذہب امام احمدؒ کا ہے۔ جس پر ابوداؤد کی روایت میں نص موجود ہے اور ان سے سوال کیا گیا تھا کہ آیا یہ صحیح ہے کہ نبی ﷺ کے سوا کسی پر صلاۃ نہ کیا جائے؟ تو جواب دیا گیا حضرت علیؑ نے عمر بن خطاب کو صلی اللہ علیک نہیں کہا تھا۔ قاضی ابویعلی کہتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ، ابو ثور، ابن جریر طبری بھی اسی کے قائل ہیں نبی ﷺ کے اپنے بہت سے اصحاب پر صلاۃ کہنے سے استدلال کرتے ہیں جو آپ کے پاس صدقہ لے کر آتے تھے (لوامع الانوار البہیہ جلد اول صفحہ ۵۵ طبع مصر) امام ابوداؤد صاحب السنن کا بھی یہی مسلک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "السنن" جو کتب صحاح ستہ میں شامل ہے میں ترجمۃ الباب قائم کیا ہے اور اس کی دلیل میں حدیث رسول اللہ ﷺ پیش کی ہے جیسا کہ "سنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۲۱۴ مطبع قادری دہلی میں "باب الصلاۃ علیٰ غیر النبی ﷺ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ جابرؓ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ کو کہا مجھ پر اور میرے شوہر پر صلاۃ پڑھیے، نبی پاکؐ نے فرمایا۔

صلی الله علیک وعلیٰ زوجک

شاہ عبدالعزیز الدہلوی کا فیصلہ:

یہ اہل سنت کے مشاہیر علماء میں ہیں، انہوں نے اپنے فتوی میں ائمہ اہل بیت ÷ اسماء گرامی کے ساتھ "علیہ السلام" کہنا جائز قرار دیا ہے یہاں سوال و جواب دونوں کو من وعن اردو ترجمہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے تا کہ ہر قسم کے شکوک وشبہات کا قلع وقمع ہو جائے۔

سوال:

تحفہ اثناعشریہ میں صلاۃ سلام یعنی درود وسلام بالاستقلال بارہ اماموں کے حق میں لکھا ہے حالانکہ یہ امر اہل سنت نے ایسی مشابہت سے پرہیز کرنا اپنے لیے لازم جانا ہے تو اس امر کے جواز کے لیے سند اہلسنت کی کتب معتبرہ سے بیان کرنا چاہیے۔

جواب:

تحفہ اثناعشریہ میں کسی جگہ صلاۃ بالاستقلال غیر انبیاء کے حق میں نہیں لکھا گیا البتہ لفظ ’’علیہ السلام‘‘ کا حضرت امیر المومنین اور حضرت سیدۃ النساء جناب حسنین ودیگر ائمہ کے حق میں مذکورہ ہے اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ صلاۃ بالاستقلال غیر انبیاء کے حق میں درست نہیں اور لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتاب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص ابوداؤد، صحیح بخاری میں حضرت علی وحضرات حسنین وحضرت فاطمہ وحضرت عباس کے ذکر کے ساتھ لفظ ’’علیہ السلام‘‘ کا مذکورہ ہے البتہ بعض علماً ماوراء النہر نے شیعہ کی مشابہت کے لحاظ سے اس کو منع لکھا ہے لیکن فی الواقع مشابہت بدون کی امر خیر میں منع نہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنفیہ کی ’’شاشی‘‘ ہے اس میں نفس خطبہ میں بعد حمد وصلاۃ کے لکھا ہے ’’والسلام علی ابی حنیفہ واحبابہ‘‘ یعنی سلام نازل ہوا ابوحنیفہ پر اور آپ کے احباب پر اور ظاہر ہے کہ مرتبہ حضرات موصوفین کا جن کا نام نامی اور اوپر مذکور ہوا ہے حضرت امام اعظم کے مرتبہ سے کم نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی لفظ سلام کا اطلاق ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ لفظ ’’علیہ السلام‘‘ کا غیر انبیاء کی شان میں بھی ’’علیہ السلام‘‘ کہنا شرعاً ثابت ہے۔

(فتاویٰ عزیزی مترجم صفحہ ۲۳۴، ۲۳۵ مطبوعہ فتاوی عزیزی فارسی جلد اول صفحہ ۸۸، ۸۹ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ)

انتہائی بددیانتی وخیانت:

بڑے قلبی دکھ ودرد کے ساتھ کہنا پڑھ رہا ہے کہ ’’فتاویٰ عزیزیہ‘‘ فارسی ۱۳۱۱ھ کے بعد والے تمام مطبوعہ نسخوں میں خائن وبددیانت ناشرین نے مندرجہ بالا فتویٰ کو مع سوال وجواب حذف کر دیا ہے آج کل جو فارسی مطبوعہ عکسی نسخہ متداول ہے یہ محرف ہے۔ البتہ کراچی سے شائع ہونے والے اردو ترجمہ میں فتویٰ موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی طبع کے نسخے کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

علامہ عبدالغفار سلفی کا نقطۂ نظر:

علاوہ ازیں اہل حدیث کے ایک مشہور اور مستند عالم علامہ عبدالغفار سلفی نے غیر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ’’علیہ السلام‘‘ لکھنے اور کہنے کے جواز پر فتوی دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے!

سوال:

کیا غیر نبی کو ’’علیہ السلام‘‘ اور غیر صحابی کو ’’رضی اللہ عنہ‘‘ لکھنا جائز ہے؟

جواب:

رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام دو جملے دعائیہ ہیں غیر نبی اور غیر صحابی پر بھی استعمال کر سکتے ہیں جیسا کہ متقدمین نے لکھا ہے فاطمہ ﷺ، امام حسن -، امام حسین -، علی -۔ حالانکہ نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبیہ تھیں نہ حضرت امام حسن - اور نہ امام حسین - نبی تھے جو ان کو ''علیہ السلام'' لکھا گیا ہے اسی طرح نہ حضرت علیؑ تھے سلف نے امام ابوحنفیہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

حالانکہ امام ابوحنیفہ صحابی تو در کنار تابعی بھی نہ تھے التحیات میں آپ اور ہم روزانہ پڑھتے ہیں

السلام علینا وعلی عبا دالله الصالحین

ہاں اگر کوئی شخص کسی غیر نبی کو نبی کو سمجھ کر بطور دعا کے علیہ السلام لکھے یا کہے تو بے شک وہ گمراہ ہے۔ کیونکہ حضور الصلاۃ والسلام کے بعد کوئی سچا نبی نہیں ہوگا

فقط عبدالغفار سلفی غفرلہ خادم جماعت غرباء اہل حدیث۔ الجواب الصحیح، دستخط علماء

(فتاوی ستاریہ جلد ۳، صفحہ ۱۹۵ طبع رحمانیہ دار الکتب امین پورہ بازار فیصل آباد)

آل محمد ﷺ کے اسماء گرامی کے ساتھ ''علیہ السلام'' کا استعمال:

ائمہ حدیث اور اکابرین اہل سنت کے ہاں یہی طریقہ رائج رہا ہے چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد وغیرہ کتب احادیث کے قلمی اور قدیم مطبوعہ نسخوں میں بہت سے مقامات پر حضرت اہل بیت کے اسماء مبارکہ کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھا ہوا موجود ہے اور ان کی مشہور شروحات مثلاً فتح الباری، عمدۃ القاری وغیرہ میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ملتا ہے لیکن ان ہی کتب کے بعض مطبوعہ جدید نسخے بد دیانت ناشرین کی تحریف کا نشانہ بن گئے اور علیہ السلام کی بجائے ''رضی اللہ عنہ'' لکھا گیا ہے شاید اسی بنا پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑا ہے چنانچہ لکھتے ہیں ''متقدمین میں اہل بیت رسولؐ اور ازواج پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہل سنت کی پرانی کتابوں میں اہل بیتؑ پر سلام لکھا ہوا پایا جاتا ہے اور متاخرین میں اس کا چھوڑ دینا مروج ہو گیا ہے''۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۲۳۴ نول کشور لکھنو)

چنانچہ خود محدث دہلوی نے اپنی تمام تالیفات میں جہاں کہیں ائمہ اہل بیت ÷ کا ذکر کیا ہے وہاں ان کے ساتھ ''علیہ السلام'' استعمال کیا ہے جیسا کہ اپنی کتاب ''ما ثبت بالسنہ'' طبع لاہور میں یوں عنوان قائم کیا ہے

ذکر مقتل سیدنا الامام الشیهد السعید سبط رسول الله الامام ابی عبد الله الحسین سلام الله علیه وعلیٰ ابائه الکرام

اپنی ایک دوسری تصنیف میں لکھتے ہیں:

درموضع قبور امام حسن وزین العابدین ومحمد باقر وجعفر صادق سلام الله علیهم اجمعین

مدارج النبوۃ جلد۲ صفحہ ۴۵۵ طبع نول کشور

(الف) صحیح بخاری مع فتح الباری المطبعۃ الخیریہ مصر جلد ششم کے صفحات ۲۶، ۱۲۲، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۷۷ پر فاطمہ علیہا السلام لکھا ہے۔

ب) جلد ششم صفحہ ۱۱۹ میں ''الحسین بن علی علیہا السلام'' تحریر ہے۔

(ج) جلد ششم صفحہ ۳۶۴ پر ''الحسن علی علیہا السلام ہے۔

(د) جلد ہفتم کے صفحات ۵۳، ۵۶، ۱۱۴، ۲۳۶، ۳۴۵ اور ۳۵۵ میں ''فاطمۃ علیہا السلام'' موجود ہے۔

(ھ) جلد نہم صفحہ ۱۰۹ پر ''علی بن حسین علیہا السلام'' ۲۷۴، ۷۰۴ میں ''فاطمۃ علیہا السلام'' تحریر ہے۔

(د) جلد سیزدہم، صفحہ ۳۴۷ پر ''حسین بن علی علیہا السلام'' لکھا ہے۔

اس کے علاوہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ہفتم صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ قسطنطنیہ میں ''فاطمۃ علیہا السلام'' ہے ارشاد الباری شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۹۷ میں بھی یہی کچھ لکھا ہے۔

(۱) علامہ فخر الدین الرازی نے تفسیر کبیر جلد ۲، صفحہ ۷۰۰ مطبوعہ دار الطباعۃ العامرہ قسطنطنیہ میں لکھا

ھذه الا یة دالة علیٰ ان الحسن و الحسین علیهما السلام کانا ابنی رسول الله صلی الله علیه وسلم

(۲) ایضاً جلد ہشتم صفحہ ۳۲۲ پر تحریر ہے

ھذه الآیات نزلت فی حق علی بن ابی طالب علیه السلام ...فی کتاب البیسط انها نزلت فی حق علیه السلام ...ان الحسن والحسین علیهما السلام مرضا ...اخذ علی علیه السلام بید الحسن والحسین .. .ولا ینکر دخول علی ابن ابی طالب علیه السلام فیه ...الذین یقولون هذه الا یة مختصة بعلی علیه السلام

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری جلد ہفتم صفحہ ۴۱۲ پر لکھا

رواه احمد عن الحسین بن علی علیهما السلام .. . وروی الطبرابی بسند حسن عن الحسین بن علی علیهما السلام

ا۔ آئمہ اہل بیت ؑ کے لیے ''علیہ الصلاۃ والسلام کہنے سے کس نے منع کیا؟

جب کہ صلواۃ وسلام ائمہ اہلبیت پر پڑھنا نا قابل رد دلائل سے ثابت ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر میں آل رسول پر صلاہ وسلام پڑھنے کی ممانعت کیوں اور کس بنا پر کی گئی اور کس نے اسے ممنوع قرار دیا اس سلسلے میں ملا علی قاری حنفی، امام حنیفہ کی کتاب ''فقہ اکبر'' کی شرح میں ''لا یصلی علی غیر الانبیاء والملائکۃ'' پر بحث کرتے

ہوئے اس حقیقت کا یوں انکشاف کرتے ہیں ’’انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ کسی پر صلاۃ نہ پڑھی جائے جو شخص ان کے علاوہ کسی پر بطور تابع صلاۃ پڑھے تو خیر اور اگر مستقل طور پر پڑھے تو وہ غالی شیعہ لوگوں میں سے ہے جن کو ہم روافض کہا کرتے ہیں اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ سلام کا معاملہ ایسا نہیں ہے (اس میں کوئی حرج نہیں) شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سلام تو مسلمانوں کی دعاء تحیہ ہے اور ’’السلام علیہ‘‘ ہو یا ’’علیہ السلام‘‘ دونوں میں کوئی فرق نہیں (اس سے ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر نبی کے لیے سلام کا استعمال کرنا جائز ہے)

اس کے بعد لکھتے ہیں ’’لیکن ’’علی علیہ السلام‘‘ کہنا اہل بدعت کا شعار ہے‘‘

(شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲ مطبع ہندو پریس پیاری لعل دہلی)

علاوہ ازیں شیخ اسماعیل البروسوی بھی اپنی تفسیر ’’روح البیان‘‘ جلد ۷ ص ۲۲۸ طبع استنبول میں شیعہ کے ساتھ مشابہہ کی وجہ سے اہل بیت پر صلاۃ وسلام ممنوع قرار دیتے ہیں اسی طرح نسیم الریاض شرح الشفا قاضی عیاض جلد ۳ ص ۵۵۵

۲۔ طبع قاہرہ مدارک التنزیل جلد ۳ ص ۲۳۸ مطبوعہ مصر میں اسماعیل بروسوی کے قول کا موید ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’عون الباری لحل ادلۃ البخاری‘‘ جلد اول ص ۳۹ مطبع شاہجانی بھوپال میں تحریر کیا ہے ’’سب سے پہلے بنی امیہ اور بنی عباس نے آل رسول ﷺ پر صلاۃ پڑھنے سے لوگوں کو منع کیا ہے‘‘ مزید برآں لکھتے ہیں ’’لیکن ائمہ محدثین کے لیے شاید آل پر صلاۃ نہ لکھنے کا عذر اہل ظلم وضلالت کے خوف سے ہے جنہوں نے آل محمد سے دشمنی رکھی ہوئی تھی اور ہر خوف سے ان کو ڈرایا اور ہر طرح کی پریشانی سے ان کو پریشان کیا جیسا کہ بنی امیہ وعباسیہ کے زمانے میں واقع ہوا اور اگرچہ خلفا عباسیہ اپنے آپ کو آل سے شمار کرتے تھے مگر بلاشبہ ان کے حال کی زبان یہ کہتی نظر آتی ہے کہ مجھے قتل کرو اور میرے ساتھ ہی مالک کو قتل کرو (غرضیکہ عداوت اور ایذا رسانی میں عباسیہ، بنی امیہ سے کچھ کم نہ تھے) تو ائمہ محدثین کے جوان اس قسم کے خلفا کے ماتحت تھے اور ان کے ایسے محتاج ہوئے حتی کہ اپنی تصانیف میں چھوٹی ہو یا بڑی آل محمد پر صلاۃ وسلام ہی حذف کر دیا اور تقیہ جیسے عمل کو مباح بنا دیتا ہے پھر تقیہ کا وقت جاتا رہا اور ان غاوی فرقوں کی سلطنت کا وقت گزر گیا لیکن اس حالت میں جوان بوڑھے ہوئے اور چھوٹے جوان ہوئے اور اصلی جہالت کی وجہ سے ہمیشہ صلاۃ وسلام کو حذف کرتے رہے اور اس غلطی کی بدولت اس پر مداومت کی اور ساتھ ہی تعلیم صلاۃ کی احادیث مبارکہ کو بھی حدیث کی کتابوں سے پڑھتے رہے۔

بعینہا یہی بات علامہ قاضی محمد برخوردار ملتانی نے حاشیہ پراس علی شرح العقائد پر کہی ہے۔

عالی قدر قارئین:

ہم نے بطور نمونہ چند حوالے نقل کر دیئے جنہیں پڑھ کر آپ بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ علماء متقدمین و متاخرین، اکابر اہل سنت نے اہل بیت ÷ کے اسماء مبارکہ کے ساتھ مستقلاً ’’علیہ السلام‘‘ لکھنا اور بولانا جائز قرار دیا ہے۔ اب پڑھے لکھے حضرات کے لیے شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔